وحی کی حقیقت۔ ایک مطالعہ

محمد امین شہیدی

جہاں ایک عاقل اور باشعور انسان کائنات کے نظام میں غور وفکر اور تدبر کے ذریعے اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ خلقت عالم بیہودہ نہیں ہوسکتی اس کے ہر پہلو میں کوئی فلسفہ اور ہر حرکت میں کوئی حکمت پنہاں ہے تو ساتھ ہی وہ یہ نتیجہ بھی اخذ کر لیتا ہے کہ نظام کائنات کی تخلیق کا مرکز اور محور وجود انسان ہے اور عالم ہستی انسان کو کمال تک پہنچانے کے لئے ہے کیونکہ اس نظام کے اندر رہتے ہوئے انسان کو خدا نے عقل جیسی عظیم نعمت سے نواز کر دیگر موجودات سے ممتاز کر دیا اور فطرت انسانی کو نیکیوں اور برائیوں کی شناخت کی صلاحیت سے آراستہ کر کے وصول الی الکمال کا سفر اس کے لئے آسان کر دیا لیکن کیا فطرت اور عقل ہی انسان کو ہدف خلقت تک پہنچانے اور سعادت ابدی سے ہمکنار کرنے کے لئے کافی ہے؟

اگر چہ عقل انسانی میں بہت صلاحیت ہے اور اس کے بل بوتے پر انسان کائنات کی شناخت اور اس کے پیچیدہ نظام سے بہت حد تک پردہ اٹھا سکتا ہے لیکن آخر کار ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں عقل انسانی کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں اور یہ پیامبر باطنی اس کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ یہاں اسے پیغمبر ظاہری اور پیغام عالم غیب کی ضرورت پڑتی ہے جو اسے اس مشکل سے نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی پیغام عالم غیب کو وحی کہتے ہیں جس کا کام مشکل موقع پر مخلوقات کی راہنمائی ہے اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مخلوق کو خلقت کے ہدف تک پہنچانے کے لئے اس کا اپنے خالق سے ربط اور تعلق کی بنیاد وحی ہے۔

عقل کی حد سے پرے بندہ مومن کے لئے　　لذت شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے۔

لغت واصطلاح میں وحی کی حقیقت

راغب اصفہانی فرماتے ہیں

وحـــی، لغت میں سریع اور تیز اشارے کو کہتے ہیں اور چونکہ اس کے معانی میں

سرعت کا مفہوم چھپا ہوتا ہے، اس لئے ہر تیز رفتار معاملے کو امر وحی کہا جاتا ہے۔ (۱)

معجم مقائیس اللغۃ میں ابن فارس نے وحی کی تعریف میں کہا ہے کہ وحی خفیہ انداز میں تعلیم دینے کو کہا جاتا ہے۔ (۲)

ابن منظور نے یوں بیان کیا ہے:

وحی سے مراد الہام، چھپی ہوئی بات، اشارہ کرنا، لکھنا اور وہ چیز ہے جو دوسروں تک پہنچائی جائے۔ (۳)

علمائے اہل لغت کی تعریفوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ دوسروں تک نہایت تیزی سے اور خفیہ طور پر جو بات پہنچائی جائے اسے وحی کہتے ہیں۔

اہل شریعت کی اصطلاح میں وحی کی تعریف یوں ہے۔

اَلْکَلِمَۃُ الاِلٰھِیَّۃُ الَّتِی تُلقٰی اِلیٰ اَنبِیَائِہٖ وَاَولِیَائِہٖ وَحیٌ

اللہ کی طرف سے اس کے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء کئے جانے والے کلام کو وحی کہا جاتا ہے۔ (۴)

قرآن کریم میں لفظ وحی کا استعمال

قرآن کریم میں ستر سے زیادہ آیات میں ''وحی'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں ساٹھ سے زیادہ آیات اللہ کے رسولوں سے مربوط ہیں لیکن باقی آیات میں وحی کے مخاطبین اللہ کے رسول نہیں۔ بلکہ انسان اور دیگر مخلوقات کی مختلف اصناف ہیں۔ مثلاً درج ذیل موارد کی مثال قرآن کریم میں ملتی ہے۔

(الف) حواریوں پر وحی:

سورہ مائدہ آیت ۱۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَ اشْھَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ٥

اور جب ہم نے حوارئین کی طرف الہام کیا کہ ہم پر اور ہمارے رسولوں پر ایمان لے آؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور تو گوارہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔ (۵)

بعض مفسرین نے آیہ کے ظاہر کو قبول نہیں کیا، لہذا تفسیر کشاف ج ۱ اور تفسیر بیضاوی ج ۲ میں اس کی توجیہ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے: اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے حوارین کو حکم دیا تھا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

لیکن علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان میں اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ عین ممکن ہے کہ وہ حواری انبیاء میں سے ہوں۔ پھر مندرجہ بالا توجیہ اور تاویل کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔(۶)

لیکن امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ایک روایت کے مطابق اس آیت میں وحی سے مراد الہام لیا گیا ہے۔ اس طرح سے علامہ طباطبائی کی توجیہ کی ضرورت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ (۷)

(ب) ام موسیٰ پر وحی

قرآن میں دو جگہوں پر مادر موسیٰ (ع) پر وحی کا تذکرہ آیا ہے۔ سورہ قصص آیت ۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَوحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ

اور ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے بچے کو دودھ پلاؤ۔ (۸)

اس آیت کی تفسیر میں بھی دو آراء ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے ایک فرشتہ مادر موسیٰ کے پاس بھیجا تھا، البتہ انہیں نبوت کا مرتبہ حاصل نہ تھا، جیسا کہ حضرت مریم کے بارے میں بھی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ام موسیٰ نے یہ سب خواب میں دیکھا تھا۔(۹)

(ج) حضرت زکریاؑ کی اپنی قوم کی طرف وحی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَخَرَجَ عَلٰی قَومِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوا بُکْرَةً وَّ عَشِیاً۔ (۱۹ مریم:۱۱)

اس کے بعد زکریا محراب عبادت سے قوم کی طرف نکلے اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو۔(۱۰)

اس آیت کے سیاق و سباق کو دیکھنے سے وحی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے پہلی آیات میں تذکرہ ہے کہ حضرت زکریا نے اللہ سے دعا کی کہ خدایا میرے لئے کچھ نشانیاں قرار دے ارشاد ہوا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تین راتوں تک لوگوں سے بالکل گفتگو نہ کر سکو گے، ہاں اشاروں میں چاہو تو گفتگو کر سکو گے۔ حضرت زکریا کی نشانیوں کے پیش نظر جب ہم آیت ملاحظہ کریں گے تو واضح ہو جائے گا کہ آیت میں لفظ وحی اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جب اپنی قوم کی طرف آئے تو انہیں اشاروں سے اللہ کا ذکر کرنے کی

دعوت دی۔

(د) شہد کی مکھی پر وحی

ارشاد رب جلیل ہے:

وَ اَوحٰی رَبُّكَ اِلَی النَحْلِ اَنِ اتَّخِذِی مِنْ الْجِبَالِ بُیُوتًا وَّمِنَ الشَّجرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُونَO (۱۶النحل:۶۸)

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ وہ پہاڑوں، درختوں اور چھتوں کے نیچے اپنا گھر بنالیں۔(۱۱)

چونکہ شہد کی مکھیوں کا ایک جامع اور مکمل نظام ان کی فطرت میں موجود غریزہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ لہذا کہا جا سکتا ہے، وحی کا لفظ آیت میں اپنے وسیع مفہوم کے مطابق استعمال کیا گیا ہے۔

(ح) آسمانوں پر وحی

آسمانوں کی خلقت کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے:

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِی یومَینِ وَ اَوحَی فِی کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَاO

پھر ان آسمانوں کو دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے معاملہ کی وحی کر دی۔(۱۲)

آیت میں وحی وصول کرنے والے کا بیان نہیں ہے لہذا دو طرح کے احتمالات دیئے گئے ہیں۔

۱. خود آسمانوں نے وحی وصول کی ہو۔

۲. آسمانوں کے باسیوں نے وحی وصول کی ہو۔

دوسرے احتمال کو بعض وجوہات کی بنا پر ترجیح حاصل ہے یعنی اللہ کی وحی کو وصول کرنے والے آسمانوں کے باسی فرشتے تھے۔

(ط) زمین پر وحی

احوال قیامت کے ذکر میں ارشاد رب العزت ہے:

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا

اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی کہ تمہارے پروردگار نے اسے وحی کی ہے

(۱۳)

آیت میں تصریح ہے کہ وحی کی مخاطب زمین ہے جو کہ جمادات میں سے ہے اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین بھی شعور و ادراک کی ایک خاص صورت کی حامل ہے۔

(ی) شیاطین پر وحی

سورہ انعام میں دو جگہ شیطانوں پر وحی کا تذکرہ آیا ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذَالِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِى عَدُواً شَيَاطِيْنَ الإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِى بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقُوْلِ غُرُوْراً۔

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جنات اور انسان کے شیاطین کو ان کا دشمن قرار دے دیا ہے یہ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے مہمل باتوں کے اشارے کرتے ہیں۔ (۱۴)

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَاءِ ہِم لِيُجَادِلُوْكُمْ

اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسہ) ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ (۱۵)

دونوں آیات میں شیاطین کے مابین ردوبدل ہونے والی چیزوں پر وحی کا اطلاق ہوا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ شیاطین کے ڈالے ہوئے وسوسے ہمیشہ پنہاں اور چھپے ہوتے ہیں اس اعتبار سے ''لفظ وحی'' کا یہاں پر لغوی معنی ہی ہوگا۔ یعنی دوسروں کے دلوں میں کسی خبر کا خفیہ طور پر القاء کرنا۔

اب تک کی گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں کلمہ ''وحی'' مختلف مصادیق کے لئے استعمال ہوا ہے البتہ اکثر مواقع پر اللہ کے رسولوں کے بارے میں آیا ہے لہذا علامہ طباطبائیؒ کے بقول دینی آداب کا تقاضا یہ ہے کہ اس لفظ کو صرف اللہ اور اس کے رسول کے مابین رابطے کے لئے ہی استعمال کیا جائے اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وحی کے مختلف مراتب ہیں اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اس کے سب سے عالی مرتبے سے مستفید ہوتے ہیں، جب کہ دوسری مخلوقات حتیٰ کہ جمادات بھی اپنے مراتب اور درجات کی نسبت کم تر مرتبے سے مستفید ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جو مخلوق اپنے رب سے جتنی قریب ہوگی اسی تناسب سے وحی کے اعلیٰ درجے کی حامل بھی ہوگی۔

قرآن میں استعمال کے لحاظ سے وحی کے مندرجہ ذیل معانی سامنے آتے ہیں۔

الف۔ وحی بمعنائے فطرت

یعنی کسی حیوان کے دل میں فطرت کے راستے کوئی بات ڈال دینا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

وَاَوحَیْنَا رَبُّکَ اِلیٰ النَّحْلِ۔
اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں پر وحی کی۔(۱۶)

ب۔ وحی بمعنائے خواب
یعنی خواب میں کوئی بات کسی کے دل میں ڈال دینا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:
وَاَوْحَیْنَا اِلیٰ اُمِّ مُوسٰی
اور ہم نے موسیٰ کی والدہ پر حالت خواب میں وحی کی۔(۱۷)

وحی بمعنائے وسوسہ:
قرآن کریم میں وحی وسوسہ کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:
اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوحُونَ اِلَی اَولِیَائِھِم۔
خبردار رہو کہ شیاطین اپنے دوستوں کو وسوسہ میں ڈال دیتے ہیں۔(۱۸)

د۔ وحی بمعنائے اشارہ
بعض مقامات پر اشارے سے کسی بات کے بیان کے لئے بھی وحی کا لفظ استعمال ہوتا ہے:
فَاَوْحیٰ اِلَیْھِم اَن سَبِّحُوا بُکْرَۃً وَعَشِیَا۔
پس ان کی جانب اشارہ کیا کہ صبح اور شام کے وقت اللہ کی تسبیح کرو۔(۱۹)

انبیاء پر وحی کی اقسام

قرآن کریم میں وحی کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں پہلی قسم وہ ہے جسے ''لغت فی روع'' کہتے ہیں اس قسم کی وحی میں پیغمبر کے دل میں اللہ کا پیغام نازل ہوتا ہے دوسری قسم وہ ہے جس میں اللہ اپنے رسول سے کسی حجاب اور پردے سے ماوراء گفتگو کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ (ع) سے اللہ نے گفتگو کے لئے درخت میں آواز پیدا کی اور حضرت موسیٰ (ع) نے آواز سنی۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں اللہ کی طرف سے مقرر شدہ فرشتہ اللہ کا پیغام اس کے رسول تک پہنچاتا ہے۔ قرآن نے ان تین اقسام کی تائید کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلاّ وَحْیًا اَومِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُولاً فَیُوحِیٰ بِاِذْنِہِ مَایَشَاءُ اِنَّہُ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔

اور کسی انسان کے لئے یہ بات نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر یہ کہ وحی کر دے یا پس پردہ سے بات کر لے یا کوئی نمائندہ فرشتہ بھیج دے اور پھر وہ اس کی اجازت سے جو وہ چاہتا ہے وہ پیغام پہنچا دے کہ وہ یقیناً بلند و بالا اور صاحب حکمت ہے۔(۲۰)

ان تین اقسام کے مابین واضح فرق ہے پہلی قسم وہ ہے جو صرف خدا اور بندے کے مابین ہی چھپی ہوئی ہے اور ان دونوں کے مابین کسی تیسرے وجود کا کوئی کردار نہیں دوسری اور تیسری قسم میں خدا اور انبیاء کے درمیان کسی پردے اور حجاب یا پیغامبر کا فاصلہ ہے ایک قسم میں پیغامبر اللہ سے وحی وصول کر کے انبیاء تک پہنچاتا ہے اور دوسری میں پردہ اور حجاب وحی کو پہنچانے کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ اس کے ماوراء سے انبیاء تک وحی پہنچتی ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ

اسے جبرائیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا ہے۔(۲۱)

آیت بتا رہی ہے کہ جبرائیل امین، اللہ اور اس کے رسول کے مابین رابطے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اسی طرح سورہ قصص کی آیت:

فَلَمَّا اَتٰهَا نُودِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یٰمُوسٰی اِنِّی اَنَااللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ۔

پھر جو اس آگ کے قریب آئے تو وادی کے داہنے رخ سے ایک مبارک مقام پر ایک درخت سے آواز آئی کہ موسیٰ میں عالمین کا پالنے والا خدا ہوں۔(۲۲)

میں اللہ کا کوہ طور پر درخت کے ذریعے حضرت موسیٰ (ع) سے کلام تیسری قسم کی طرف اشارہ ہے۔

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے رسول، نبی اور محدث کے معانی کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا۔ رسول وہ ہے جو وحی کے فرشتے کو دیکھے، وہ دیکھتا ہے کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے رسالت لے کر اس کے پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں فلاں فلاں احکامات دیئے ہیں۔ رسول رسالت کے منصب کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ نبی بھی ہوتا ہے لیکن نبی اس پر نازل ہونے والے فرشتے کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ کی طرف سے احکام اس کے دل پر نازل ہوتے ہیں اور اس وقت اس پر مدہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے لیکن محدث وہ ہے جو فرشتے کی صدا تو سنتا ہے لیکن اس کی شکل و صورت نہیں دیکھ سکتا۔

زرارہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ اسے یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ جو اس نے دیکھا وہ حق اور صحیح ہے فرمایا اللہ اس کے لئے بیان کر دیتا ہے جس سے اسے یقین حاصل ہو جاتا ہے لیکن فرشتے کو نہیں دیکھتا۔(۲۳)

اس حدیث شریف کے حوالے سے علامہ طباطبائی نے تفسیر المیز ان میں درج ذیل نکات بیان فرمائے ہیں:

اولاً: رسول میں نبوت اور رسالت دونوں صفات کا جمع ہونا ممکن ہے۔

ثانیاً: یہ مدہوشی کی کیفیت سے مراد غیب کا ادراک اور مشاہدہ ہے۔

ثالثاً: چونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں لہذا ملائکہ کی طرف سے القاء ہونے والی چیزوں کو شیطانی القاآت سے جدا کر کے انہیں پرکھ سکتے ہیں۔(۲۴)

حضور کے قلب مبارک پر نزول قرآن کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مواقع پر آیا ہے ان آیات میں قلب سے مراد کیا آپ کا دل ہے؟ یا اس سے مراد کچھ اور ہے؟ پہلے درج ذیل آیات کا مطالعہ فرمائیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ۔

اسے جبرائیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا تاکہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یہ واضح عربی زبان میں ہے۔(۲۵)

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

جو لوگ جبرائیل سے دشمنی کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہی تو ہے جس نے اللہ کی اجازت سے آپ کے قلب پر قرآن نازل کیا ہے۔(۲۶)

دراصل قرآن میں جہاں کہیں "قلب" کا تذکرہ آیا ہے اس سے مراد وہ گوشت کا لوتھڑا ہرگز نہیں جو سینے کے بائیں جانب دھڑکتا ہے اور تمام بدن میں خون کی ترسیل کا کام کرتا ہے بلکہ اس سے مراد انسان کی وہ حقیقت ہے جس کی طرف شعور وادراک کی نسبت دی جاتی ہے قرآن کی آیات ہی اس مدعا پر دلیل ہیں۔ سورہ احزاب میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔

اور کلیجے منہ کو آنے لگے۔(۲۷)

یعنی جب قلوب حلق تک پہنچیں گے واضح ہے کہ یہاں قلوب سے مراد جانیں ہیں نہ کہ دل۔ سورہ بقرہ میں قلب کو ایسی چیز قرار دیا گیا ہے جو گناہ اور ثواب دونوں صفات سے متصف ہوتی ہے۔

ارشاد ہوا ہے:

فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ

گواہی چھپانے والے کا دل گناہ گار ہوگا(۲۸)

جب کہ یہ بات واضح ہے کہ گوشت کا وہ لوتھڑا جسے دل کہا جاتا ہے ہرگز گناہ نہیں کرتا بلکہ مراد انسان کا نفس اور اس کی حقیقت ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں غور وخوض سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وحی کے نزول کے موقع پر حضورؐ کے حواس ظاہری نہیں بلکہ آپ کی روح وحی کو وصول کرتی تھی، جملہ علـی قلبك بتاتا ہے کہ حضورؐ کی آنکھیں اور کان حصول وحی میں دخیل نہیں تھے اور آپ حواس ظاہری کی مدد کے بغیر دیکھتے اور سنتے تھے اس لئے آپ کے نزدیک موجود افراد اکثر اوقات فرشتہ وحی اور امور وحی کا ادراک نہیں کر پاتے تھے۔

کیفیت وحی کے بارے میں بڑے پیچیدہ مباحث اہل فکر ونظر اور مفسرین کے مابین ہوتے رہے ہیں ہم ان مباحث میں پڑے بغیر سادہ انداز میں جو کچھ احادیث معتبرہ سے اخذ ہوتا ہے وہ یہاں پر بیان کریں گے جب رسول اللہ پر وحی نازل ہوتی تو آپ دیکھتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے لیکن اپنے ظاہری دوکانوں اور دو آنکھوں کے ذریعے نہیں اس کی تائید روایات بھی کرتی ہیں جن میں ارشاد ہوا ہے اس وقت آپ پر بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جسے رحـــاء الـوحـی کہا جاتا تھا بعض اوقات آپ اصحاب کے درمیان ہوتے تو یکایک آپ پر وحی نازل ہوتی اصحاب آپ کی تبدیل ہوتی کیفیت کا مشاہدہ کرتے لیکن انہیں کسی طرح کی آواز یا نقل وحرکت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ۵۴

آپ کے چہرے کی رنگت بدل جاتی اور ہیبت الٰہی اور عظمت خدا کا احساس آپ کی طبعی حالت کو دگرگوں کر دیتا۔ وحی کی کیفیت کے بیان میں روایات مختلف ہیں کبھی فرشتۂ وحی کسی انسان کی شکل میں آتا، کبھی کسی خوبصورت صحابی کی صورت اختیار کرتا اور حضور تک وحی پہنچا کر واپس چلا جاتا، حضورؐ کے صحابیوں کو بعد میں پتہ چلتا کہ فرشتۂ وحی آیا تھا۔

نبی کریمؐ نزول وحی کی کیفیت کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

> کبھی میں گھنٹی کی طرح کی کوئی آواز سنتا ہوں اور جب اس آواز کا تسلسل ختم ہو جاتا ہے تو مجھے بھی اللہ کا پیغام وصول ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ وحی کی سخت ترین کیفیت ہے اور کبھی فرشتۂ وحی انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے گفتگو کرتا ہے اور جب وہ واپس چلا جاتا ہے تو اس کی تمام باتیں میرے دل میں نقش ہو چکی ہوتی ہیں۔(۲۹)

آپ نے اس حدیث میں وحی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو بلاواسطہ اللہ سے وحی کے ذریعے رابطہ اور دوسری قسم فرشتۂ وحی کے ذریعے سے جس میں جبرائیل نہایت محبت اور احترام سے وحی لے کر آپ کی خدمت میں پہنچتے۔ پہلی قسم کی وحی میں تکلیف کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر رونما ہوجاتے جس کا اظہار آپ نے حدیث بالا میں بھی فرمایا اور دوسری قسم میں تکلیف والی کوئی بات نہ ہوتی۔ قرآن

کریم نے وحی کی پہلی قسم کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَولاً ثَقِیْلاً

ہم عنقریب تم پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔(۳۰)

وحی کا سنگین اور بھاری ہونا روایات میں بھی مذکور ہے۔

زادالمعاد میں روایت نقل ہوئی ہے کہ کبھی کبھار وحی کی سنگینی کی یہ حالت ہوتی کہ اگر حضورؐ سواری پر ہوتے تو سواری زمین پر بیٹھ جاتی۔ ایک بار ایسی حالت میں وحی نازل ہوئی کہ آپ کا زانوئے مبارک زید ابن ثابت کے زانو پر تھا۔ زید کو اپنے زانوؤں پر سنگینی کا ایسا احساس ہوا، جیسے ابھی ان کی ہڈیاں الگ ہو جائیں گی۔(۳۱)

اگر اس طرح کی روایات کو صحیح مان لیا جائے تو ان کی توجیہ کرنی پڑے گی۔ کیونکہ وحی کوئی مادی شے تو ہے نہیں، جسے مادی اوزان کے تحت تولا جا سکے۔ آیت میں بھی اگر قولًا ثقیلا آیا ہے تو اس کلام اور قول کی عظمت اور معنوی سنگینی اور اس پر عمل کرنے میں سختی اور صعوبت کی طرف اشارہ ہے نہ کہ مادی وزن کا حوالہ۔ دوسری زبانوں کی طرح عربی ادب کے لحاظ سے بھی یہ ثابت ہے کہ جب کسی چیز کی بڑائی اور عظمت کا اظہار مقصود ہو تو یہ انداز اپنایا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی دوسری آیتیں بھی ہمارے مدعا پر دلیل ہیں۔

سورہ حشر میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر بھی نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ پہاڑ خوف خدا کی وجہ سے جھکا اور پھٹا جاتا ہے۔(۳۲)

نزول وحی احادیث کی روشنی میں:

سیوطی نے بخاری، مسلم اور بیہقی کے حوالے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ حارث ابن ہشام نے آپ سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

کبھی فرشتہ میرے حضور آتا ہے اور میں اس کی آواز سے اللہ کا بھیجا ہوا پیغام سمجھ لیتا ہوں۔ وحی کی یہ قسم دیگر اقسام سے زیادہ سخت ہے اور کبھی فرشتہ کسی انسان کی صورت میں میرے سامنے آتا ہے اور مجھ تک اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے خود بھی دیکھا کہ بعض اوقات سخت سردیوں کے موسم میں آپ پر وحی نازل ہوئی اور جب وحی کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو شدید سردی

کے باوجود آپؐ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے گرنے لگتے(۳۳)

شیخ صدوقؒ نے کتاب التوحید میں ذرارہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے امام صادقؑ سے پوچھا میری جان آپ پر قربان ہو، نزول وحی کے موقع پر آنحضرتؐ پر غشی کی کیفیت کا راز کیا ہے؟ امام صادقؑ نے جواب میں فرمایا

> یہ وحی کی وہ قسم ہوتی تھی جس میں اللہ اور اس کے نبیؑ کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہیں ہوتی تھی اور اللہ کا آپؐ سے براہ راست خطاب ہوتا تھا۔(۳۴)

حارث ابن ہشام نے نبی کریمؐ سے نزول وحی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

> کبھی آواز جرس صلصلة الجرس کے جیسی ہوتی ہے۔ یہ آواز مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ مجھ سے دور ہو جاتی ہے اور میں وحی کو حفظ کر چکا ہوتا ہوں۔ (۳۵)
>
> کبھی فرشتہ آدمی (یا نوجوان) کی شکل میں آتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے میں سنتا ہوں اور سمجھ لیتا ہوں۔(۳۶) یہ میرے لئے آسان ہوتا ہے۔(۳۷)

رسول اللہؐ نے زنبور (مدھ مکھی یا بھڑ) کی جیسی آواز اپنے چہرے کے قریب سنی اور سورۂ مومنون آیت ایک سے آگے تک نازل ہوئی۔(۳۸)

رسول اللہ کی عادت تھی کہ وحی کی شدت کے نتیجے میں اپنے لبوں کو حرکت دیتے یا آیات قرآنی کو جلد حاصل کرنے اور دل میں یاد کر لینے کے لئے ان کو آپؐ زبان پر لاتے، یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی:

> لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ
>
> آپ (قبل وحی کے ختم ہو چکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے کہ آپ اس کو جلد جلد لیں۔(۳۹)

اس کے بعد سے آپ اس وقت تک سنتے رہتے جب تک جبرائیل وحی تمام نہ کرتے اور پھر جو کچھ وحی نازل ہوئی ہوتی، اسے دہراتے۔(۴۰)

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: میں نے پیغمبر اکرمؐ سے پوچھا کہ کیا آپ کو وحی کا احساس ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں میں آوازیں صلاصل (دھات کی رگڑ جیسی) سنتا ہوں۔ کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا کہ جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، مجھے ایسا معلوم ہوتا جیسے میری روح محصور ہو گئی ہے۔(۴۱)

پیغمبرؐ نے فرمایا: جیسے روح القدس نے میرے ذہن اور عقل میں دم پھونکا ہو (نفخت فی روعی) یہاں قلب نبی میں القائے معنی مقصود ہے اور بھی بہت کچھ ہے۔ احادیث قدسی اسی نوعیت کی ہیں۔

الف۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے دیکھا کہ سخت سردیوں میں جب رسولؐ پر جبرائیل نے وحی نازل

کی تو آپ کو پسینہ آ رہا تھا۔(۴۳)

ب۔ پیغمبرؐ کے سر پر ایک کپڑے کا سایہ ہو جاتا، آپ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا، کچھ وقت جیسے کوئی سو رہا ہو، خراٹے کی آواز آتی، پھر کچھ دیر کے بعد آرام آ جاتا تھا۔ (۴۴)

ج۔ پیغمبرؐ کا رنگ نیلا ہو جاتا تھا:

(تربدله وجهه)(۴۵)

د۔ معلوم ہوتا تھا جیسے سو رہے ہوں۔(۴۶)

ہ. ابن طاؤس نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عثمان بن مظعون (م۲ھ) نے کہا کہ میں مکہ میں ایک دن حضرت رسالتؐ پناہ کے گھر گیا۔ دیکھا کہ آنحضرتؐ گھر میں بیٹھے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو کرنے لگا۔ یکا یک دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں کچھ دیر کے لئے آسمان کی طرف اٹھیں۔ پھر اپنی آنکھیں داہنے طرف کیں اور اپنے سر کو اس طرح حرکت دی جیسے کسی سے بات کر رہے ہوں اور اس کی بات سن رہے ہوں۔ کچھ دیر کے بعد آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے بائیں طرف نظر کی اور مجھے دیکھا۔ آپ کے چہرہ گلگوں سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ میں نے کہا یارسول اللہؐ اس سے پہلے میں نے آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ فرمایا تم نے میری کیفیت مشاہدہ کی۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: جبرائیل تھے جو نازل ہوئے اور یہ آیت لائے تھے:

> اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالاِحْسَانِ وَاِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔(۴۸)
>
> یقیناً اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور قریبیوں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائیوں، نافرمانیوں اور ظلم سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے، شاید تم نصیحت قبول کرو۔(۴۹)

و. جب محمدؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپ بہت سختی برداشت کرتے۔ اس سے ہم لوگ سمجھ جاتے۔ اس وقت آپ اپنے صحابہ سے جدا ہو جاتے اور ان سے پیچھے رہ جاتے۔ تکلیف کی شدت سے کوشش کرتے کہ اپنے سر کو اپنے لباس سے ڈھانپ لیں(۵۰)'' نیز یہ بھی ہوتا ''جب رسول اللہ پر وحی نازل ہونا شروع ہوتی تو اپنے چہرے کو اپنی چادر میں چھپالیتے۔ جب غشی کی سی کیفیت طاری ہوتی تو چہرہ (چادر سے) باہر نکال لیتے۔(۵۱)

ز. مفسرین کہتے ہیں کہ جب آیت مجاہدین (سورہ النساء :۹۵) نازل ہوئی اور خدا وند عالم نے مجاہدین کو جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں پر برتری اور فضیلت بخشی تو عبداللہ بن ام مکتوم اور

عبداللہ بن جحش جو دونوں نابینا تھے اور جہاد میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے، رسول اللہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ ہماری نابینائی کا حال جانتے ہیں اور جہاد کرنے والوں کو دوسروں پر برتری حاصل ہے، چنانچہ اجازت فرمایئے کہ ہم بھی جہاد کریں۔ جبرائیل نازل ہوئے اور ان دونوں کے لئے عذر لائے کہ "غیر اولی الضرر" وہ نہیں جو نابینا ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا: "شانے کی ہڈی اور دوات لے آؤ" یہ آیت زید بن ثابت انصاری کو املا فرمائی تاکہ وہ لکھ لیں۔(۵۲)

زید بن ثابت خود بیان کرتے ہیں: "جب آپ پر سکینہ، نازل ہوا میں حضورؐ کے پاس بیٹھا تھا (اس اجتماع میں اس قدر بھیڑ تھی کہ) آپ کی ران میری ران پر آ گئی تھی۔ (سب آلتی پالتی مارے زمین پر بیٹھے تھے) آپ کے پیر کا بوجھ اس قدر زیادہ تھا کہ میں سمجھا میرے پیر کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ جب آپ کو سکون ملا تو مجھ سے فرمایا کہ لکھو اور میں نے سورہ النساء آیت ۹۵ لکھی۔(۵۳)

ط۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں: جب آپ پر وحی نازل ہوتی سر نیچے جھکا لیتے۔(۵۴) صحابہ بھی سروں کو جھکا لیتے۔ جب کیفیت دور ہوتی تو پھر سر اٹھاتے۔

ی۔ انس بن مالک کہتا ہے کہ ایک دن ہم لوگوں کے درمیان (پیغمبرؐ کو) نیند آ گئی۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مجھ پر سورہ کوثر نازل ہوئی ہے۔(۵۵)

ک۔ عکرمہ کہتا ہے: جب وحی نازل ہوتی تو غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی۔(۵۶)

ل۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: پیغمبر ایک چارپائے (گھوڑا یا اونٹ) پر سوار تھے کہ وحی آئی اور آپ اس کی گرن پر جا گرے۔(۵۷) ابن عباس کہتے ہیں: وحی کے نزول کے موقع پر آپ شدید درد محسوس فرماتے اور آپ کے سر مبارک میں بھی درد ہونے لگتا۔(۵۸)

کشف اور وحی میں فرق

یہاں پر ضروری ہے کہ کشف الہام یا شہود اور وحی کے مابین فرق کو بھی واضح کر دیا جائے تاکہ اس سلسلے میں غلط فہمی نہ ہو۔

کشف وشہود یا الہام وہ کیفیت ہے جو انسان کی جدوجہد، مسلسل ریاضت نفس اور پاکدامنی سے اسے حاصل ہو سکتی ہے جس کا تعلق صرف اسی شخص سے ہے جو کاشف ہے اور اس کی مسلسل جدوجہد اور کسی ایک موضوع کے بارے میں عمیق اور طولانی غور وفکر کے بعد یہ حالت اسے ملتی ہے۔ عرفا اور صوفیا کا ایسی حالت اور کیفیت تک وصول ایک باطنی عمل ہے جس کے مبداء کا کاشف کو علم ہونا ضروری نہیں، کشف کی کیفیت میں کاشف کا نفس نچلے مرحلے سے یقین کے قریب تر کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے اسی طرح کشف کی کیفیت

سے کوئی شخص ہرگز نبوت کے عظیم منصب کا اہل ترین نہیں بن سکتا کیونکہ کشف کا تعلق اس کے لاشعور سے ہے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ کشف صرف موحد اور مسلمان کو حاصل ہو۔ انسان کا نفس یہ استعداد اور صلاحیت رکھتا ہے کہ اگر اسے خاص تربیت اور ریاضت سے گزارا جائے تو بہت سی مبہم اور مجہول چیزیں اس پر منکشف ہو جائیں بعض مستشرقین کی یہ کوشش رہی ہے کہ وحی اور کشف وشہود کو آپس میں خلط کر کے وحی کی اہمیت اور مقام کو لوگوں کی نظروں میں نیچے لے آئیں، جب کہ حقیقت کچھ یوں ہے کہ وحی خلاف معمول اور خلاف عادت ایک حقیقت ہے جو بندے کی زحمتوں اور ریاضتوں کا نتیجہ نہیں بلکہ انعام خداوندی ہے جس کے وجود میں آنے کے لئے بہت سارے مقدمات کا فراہم ہونا ضروری ہے اس لئے وحی کے مدعی کی باتوں کو بلا دلیل وثبوت کے قبول نہیں کیا جاسکتا، لیکن کشف کے مدعی کی بات کو قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کشف وشہود کی حجیت صرف کاشف اور شاہد کے لئے ہے مستمع کے لئے نہیں۔ جب کسی انسان پر وحی ہوتی ہے تو وہ وحی کی حقیقتوں سے آگاہ اور اس کے باطن سے آشنا ہوتا ہے لہذا وحی کا تعلق نبی کے شعور سے ہوتا ہے نہ لاشعور ہے۔ وحی حقیقت میں دو اعلیٰ اور عظیم ذوات کے مابین ایسے رابطے کی عملی صورت ہے جس میں ایک عطا کرتا ہے دوسرا قبول، ایک خطاب کرتا ہے دوسرا سامع ہوتا ہے اور عام انسانی تصور سے مافوق ایک کیفیت اور رابطہ دونوں کے درمیان قائم رہتا ہے جب کہ کشف وشہود اور الہام میں ایسا نہیں ہے۔

الہام

کشف وشہود یا الہام کے بارے میں وضاحت کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ان کی حقیقت اور اس کی حیثیت کیا ہے؟ وحی کی جو تین اقسام بیان ہوئیں وہ انبیاء اور رسل الٰہی سے متعلق تھیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ انقطاع وحی کے بعد غیر انبیاء کا عالم ملکوت اور عالم معنیٰ سے کوئی تعلق قائم نہ ہوسکتا ہو قرآن کریم نے ایسے انسانوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو فرشتوں سے ہم کلامی کرتے ہیں اگرچہ وہ نبی بھی نہیں تھے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا ایسے ہی انسانوں میں سے تھیں قرآن کریم کے نزدیک ایسے ہر فرد کے لئے الہام اور اشراق کا دروازہ کھلا ہوا ہے جو اپنا باطن پاک کر لیتے ہیں پس الہام انسان کا عالم معنیٰ سے رابطے اور تعلق کی ایک صورت ہے جو تقویٰ اور طہارت باطنی کے ذریعے سے قابل حصول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

اگر تم تقویٰ الٰہی اختیار کر لو گے تو اللہ تمہیں حق و باطل میں تمیز کا معیار فراہم کر دے گا۔(۵۹)

اسی طرح سورہ عنکبوت میں ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جو لوگ ہماری خاطر مجاہدات کریں انہیں ہم ضرور اپنا راستہ دکھاتے ہیں (۶۰)
نبی کریمؐ سے منقول ایک حدیث میں آیا ہے:
مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا جَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ اِلٰى لِسَانِهِ
جو شخص چالیس روز تک اپنے تمام اعمال اللہ کے لئے خالص قرار دے گا اس کے قلب سے اس کی زبان کی طرف حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں گے۔
قرآن کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو بھی انسان حضرت ابراہیمؑ کی اس قرآنی دعا کا مصداق بن جائے:
اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔(۶ انعام: ۱۶۲)
تو اس کی زبان سے حکمت کی باتیں ہی سننے کو ملیں گی۔
نہج البلاغہ کے خطبہ ۲۱۹ میں امام علی مرتضیٰ (ع) کا فرمان ملاحظہ ہو۔
بے شک اللہ نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامر و نواہی سے) بہرا ہونے کے بعد سننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دشمنی و عناد کے بعد فرماں بردار ہو گئے۔ یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاء کے خالی دور میں حضرت رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق و معارف) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے۔
حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:
اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ وَمُتَعَلِّمٌ عَلٰى سَبِيْلِ نَجَاةٍ وَهَمَجٌ رِعَاعٌ۔
لوگوں کی تین قسمیں ہیں (۱) علمائے ربانی (۲) طالب علم، جو راہ نجات میں تحصیل علم کرتے ہیں (۳) احمق، جو ہر قسم کی آواز کے پیچھے بھاگتے ہیں۔(۶۰)
اس کے بعد شکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں مجھے ایسے انسان نہیں ملے جو اخلاق اور استعداد دونوں کے لحاظ سے صالح ہوں اور میں انہیں اپنا علم دے سکوں اور پھر فرماتے ہیں:
كَذَالِكَ يَمُوْتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيْهِ۔
اسی طرح علم، صاحبان علم کے مرنے سے مر جاتا ہے۔(۶۲)
بعد ازاں یوں فرماتے ہیں:
اَللّٰهُمَّ بَلٰى لَا تَخْلُوا الْاَرْضَ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ: اِمَّا ظَاهِرًا مشهورًا

إِمَّا خَائِفًا مَغْمُورًا لِئَلَّا تَبْطُلُ حُجَجُ اللّٰهِ وَبَيِّنَاتُهُ وَكَمْ ذَا وَأَيْنَ أُولٰئِكَ وَاللّٰهِ۔ اِلَا قَلُّونَ عَدَدًا، وَالَا عْظَمُونَ عِنْدَاللّٰهِ قَدْرًا۔ يَحْفَظُ اللّٰهُ بِهِمْ حُجَجَهُ وَبَيِّنَاتِهِ حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَائَهُمْ وَيَزْرَعُوهَا فِي قُلُوبِ اَشْبَاهِهِم هَجَمَ بِهِمْ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَتِهِ الْبَصِيْرَةِ، وَبَاشَرُوا رُوْحَ الْيَقِيْنَ، وَاستلَانُوا مَااسْتَوعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ وَاَنِسُوْا بِمَا اسْتَوحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ وَصَحِبُوا الدُّنْيَا بِاَبْدَانٍ اَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰى، اُوْلٰئِكَ خُلَفَاءُ اللّٰهِ فِي اَرْضِهِ، وَالدُّعَاةُ اِلٰى دِيْنِهِ۔

ہاں! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو یا خائف و پنہاں تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشانیاں مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند، خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا، اپنے لئے سہل اور آساں سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں (۶۳)

اس خطبہ کے اس حصہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انبیاء سے خالی ادوار میں عالم ملکوت سے رابطہ رکھنے والے کچھ افراد معاشروں میں ضرور موجود ہوتے ہیں جنہیں اللہ الہامات غیبی کے ذریعے معاشرے کی تربیت و اصلاح (ہدایت و راہنمائی) کی جانب متوجہ کرتا ہے، لیکن یہ وحی نہیں ہوتی۔

صدرالمتالہین شیرازیؒ مفاتیح الغیب میں لکھتے ہیں:

وحی یعنی پیغمبری اور منصب نبوت کے لئے قلب و سماعت پر فرشتے کا نزول منقطع ہو چکا ہے اور اب کسی شخص پر کوئی فرشتہ نازل نہ ہوگا اور اسے کسی فرمان الٰہی کے جاری کرنے پر مامور نہیں کیا جائے گا کیونکہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کے حکم

کے تحت جو کچھ وحی کے راستے انسان تک پہنچنا تھا وہ پہنچ چکا ہے لیکن الہام واشراق کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا اس راہ کا مسدود ہونا ممکن نہیں۔(۶۴)

اک دانش نُورانی اک دانش بُرہانی   ہے دانش بُرہانی حیرت کی فراوانی

حواشی:

۱. مفردات راغب، ص ۵۱۵
۲. معجم مقائیس اللغۃ ج۶ ص ۹۳
۳. لسان العرب ج۱۵ص ۳۷۹
۴. مفردات راغب ص۵۱۵
۵. المائدہ: ۱۱۱
۶. تفسیر المیزان ج ۳ ص ۲۲۲
۷. المیزان ج۶ ص ۲۳۹
۸. القصص: ۷
۹. تفسیر کشاف ج۳ ص۶۲
۱۰. مریم: ۱۱
۱۱. النحل: ۶۸
۱۲. فصلت: ۱۲
۱۳. زلزال: ۴۔۵
۱۴. انعام: ۱۱۲
۱۵. انعام: ۱۲۱
۱۶. النحل: ۲۸
۱۷. قصص: ۷
۱۸. انعام: ۱۲۱
۱۹. مریم: ۱۱
۲۰. الشوریٰ: ۵۱
۲۱. الشعراء: ۱۹۳
۲۲. قصص: ۳۰
۲۳. اصول کافی ج۱ص۱۷۶ حدیث ۱+۴
۲۴. المیزان ج ۳ ص ۲۹۰
۲۵. الشعراء: ۱۹۳۔۱۹۵
۲۶. البقرہ: ۹۷
۲۷. الاحزاب: ۱۰
۲۸. البقرہ: ۲۸۳
۲۹. صحیح بخاری باب آغاز وحی ج۱ص۶
۳۰. المزمل: ۴
۳۱. زادالمعاد ابن القیم ج۱ص۲۵
۳۲. حشر: ۲۱
۳۳. الدرالمنثور: ج۶ص۱۳
۳۴. توحید الصدوق، ص ۱۱۵
۳۵. یہ روایت حضرت عائشہ نے نقل کی ہے صحیح بخاری باب بدء الوحی ۲ بدء الخلق: ۶، صحیح مسلم کتاب الفضائل ۸۷ موطاء المالک فصل الوضوء لمن مس القرآن ۷
۳۶. بحارالانوار ج۱۸: ص۲۶
۳۷. اس اضافے کو ''ابی عوانہ'' (م۳۱۶ھ) الصحیح المسند میں نقل کرتا ہے۔ (اتقان ۱: ۱۶۲ نوع: ۱۶ فصل۔ فتح الباری ۱: ۳۰)

۳۸. ترمذی: تفسیر سورہ ۲۳ ج ا۔ موازنہ کریں: احمد حنبل ا:۳۴، ۲۶۸:۴۔ ۲۷۱ دارمی: مقدمہ ۲۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے، کیونکہ اس کا مدار یونس بن سلیم پر ہے جو مجہول ہے۔ مگر حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے ا: ۵۳۵، ۲۹۲:۲۔

۳۹. ۔۔۔ قیامت: ۱۶

۴۰. بخاری: توحید ۴۳، نسائی افتتاح۔ باب ۳۷، طیالسی شمارہ ۲۶۲۸، طبقات ۱/۱/۱۳۲

۴۱. احمد بن حنبل۔۲: ۲۲۲، اتقان۔ ا: ۱۶۲ نوع ۱۶ فصل۔

۴۲. حاکم اس کو ابن مسعود سے نقل کرتا ہے ۲: ۴، طبرانی نے کبیر میں ابو امامہ سے نقل کیا ہے (حلیہ الاولیاء۔ ابونعیم ۷/۱۰/۲۷) بزار نے حذیفہ کی حدیث سے اخراج کیا ہے (الترغیب ۳: ۷) مجمع الزواید۔ ہیثمی۔۴: ۱۷

۴۳. منہج الصادقین ۳: ۳۱۵، امام فخر رازی ۸: ۳۳۵، بیضاوی ۲: ۵۵۸، کشف الاسرار ۱۰: ۲۶۶، التجرید الصریح ا: ۴، سیرہ حلبیہ ۱/۱/۱۳۲، بخاری: بدرالوحی ۲، تفسیر ۲۴: ۶، مسلم: فضائل ۸۶، احمد ۶: ۵۸، ۱۰۳، ۱۹۷، ۲۰۲، ۲۵۶، اور آگے۔

۴۴. ابن کثیر۔۱۲۔۱۳۔ صفوان بن یعلٰی کی آرزو تھی کہ آنحضرت کا وحی کی حالت میں مشاہدہ کرے۔ ایک دن ایک شخص نے جو معطر جبہ پہنے تھا آنحضرت سے سوال کیا کہ اس جبہ سے احرام حج وعمرہ بنا سکتا ہے آنحضرت چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ وحی آئی۔ عمر یعلٰی کو اشارہ کیا اور وہ اندر گیا اور دیکھا کہ آنحضرتؐ جیسے کوئی سو رہا ہو، خرخر کر رہے ہیں۔ آپ کا رنگ مبارک سرخ ہو گیا ہے۔ کچھ دیر بعد یہ حالت ختم ہوئی تو سوال کرنے والے کو بلایا اور اس سے فرمایا: تین بار اپنے جبہ کو عطر سے دھو ڈال اور عمرہ کے احرام کو بھی جب احرام حج پورا کرے۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

"وکان عمر یسترہ اذا انزل علیہ الوحی" (مسلم: حج ۱۰ یا "قد احرم فی جبة اذا نزل علیہ الوحی" (نسائی: مناسک: ۲۹)

۴۵. طبقات ۱/۱/۱۳۱۔ کرب لہ کا اضافہ ہے یعنی سانس پھول رہی تھی۔ التاج الجامع ۳: ۳۵۱، مسلم: حدود ۱۳، الفضائل ۸۸، سیریہ ابن کثیر ا: ۴۲۳، احمد ۵: ۳۱۷ اور آگے۔ تفسیر طبری ۱۸: ۴، طیالسی: ۲۶۶۷، سبل الہدی ۲: ۳۴۴، ۳۴۶۔

۴۶. احمد بن حنبل ۶: ۱۰۳۔ "اذا اوحی الیہ یا خذہ شبہ السبات"

۴۷. چودھواں آدمی ہے جو اسلام لایا۔ دومرتبہ حبشہ ہجرت کی۔ پہلا مہاجر ہے جو مدینے میں فوت ہوا۔ ابن سعد ۳: ۱۸۶، اصابہ ۵۴۵۵، اعلام ۴: ۳۷۸۔

۴۸. سورہ النحل: ۹۰۔

۴۹. حیاۃ القلوب مجلسی ۲: ۲۵۸ سے نقل کیا گیا۔ اس کی مثل احمد بن حنبل ا: ۳۱۸، ترجمہ: تفسیر طبری۔۴: ۸۸۴، تفسیر ابو الفتوح۔۳: ۳۵۵۔

۵۰. احمد بن حنبل۔ا: ۴۶۴

۵۱. احمد بن حنبل ۶: ۳۴، شمار (ب) کی طرح کہ سر پر کپڑا رکھے تھے یا نقاب ڈالے تھے۔ وحی نازل ہوتے وقت گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا چنانچہ کتاب مقدس کے مطابق جب حضرت موسیٰؑ طور سینا پر مناجات کرنے جاتے تو اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے تھے (سفر خروج۔۳۴: ۳۳، ۳۴) کہتے ہیں طلیحہ اسدی جو وحی کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرتا تھا، انبیاء کی تقلید میں اپنے کو کپڑے

میں لپیٹ لیتا اور وحی کا انتظار کرتا۔ طبری۔ ۱:۱۸۹ محاسن بیہقی ۳۳، طبع شوالی، عوف بن الربیع جو عرب کے شجاع لوگوں میں تھا، ذی الخمار، مشہور ہوا۔ (قاموس وتاج العروس۔ لفظ خمار)۔ اسود عنسی کو بھی، جو اسلام میں پہلا مرتد تھا جو فیروز دیلمی کے ہاتھوں مارا گیا، ذوالخمار کہتے تھے۔ طبری ۱:۸۔ ۱۷۹۵ اب ۶۸۔ ۱۸۵۳۔

۵۲. کشف الاسرار۔ میبدی ۲:۲۵۶، عبداللہ بن ام مکتوم بعد میں علمدار بنا اور جنگ قادسیہ میں مارا گیا۔ عبداللہ بن جحش (زینب کا بھائی) احد کے دن شہید ہوا۔

۵۳. بخاری: صلاۃ ۱۲، جہاد ۳۱، ترمذی تفسیر سورہ ۴:۱۸ نسائی: جہاد ۴، طبقات ابن سعد ۱۵۵/۱/۴۔ احمد بن حنبل ۵:۱۸۴و۱۹۔ ابوداؤد: جہاد ۱۹، زادالمعاد ابن قیم ۱:۱۸ (یا ۲۵) اس روایت کو عثمان بن مظعون سے بھی نقل کیا ہے: بحارالانوار ۱۸:۲۶۴، ۲۶۹۔ سعد السعود ۱۲۲۔

۵۴. بحار ۱۸:۲۶۱ از مناقب ۱:۱۴۱ مسلم: فضائل ۸۹، تاج ۳:۲۵۲

۵۵. سنن نسائی: باب قراۃ بسملہ ۲:۱۳۳

۵۶. طبقات ابن سعد ۱۳۱/۱/۱

۵۷. مجمع البیان طبرسی ۱۰:۳۷۸، بحارالانوار ۱۸:۲۶۳۔

۵۸. بحارالانوار ج ۱۸ ص ۲۶۱۔

۵۹. الانفال ۲۹

۶۰. عنکبوت ۶۹

۶۱. نہج البلاغہ، ق ۳/۱۴۷

۶۲. نہج البلاغہ ق ۱۰/۱۴۷۔

۶۳. نہج البلاغہ حکمت ۱۴۷

۶۴. مفاتیح الغیب صدر المتالھین شیرازی ص ۱۳ ختم نبوت استاد مطہری ص ۳۲۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الحافظ للقُرآن، العامل به مع السفرة الكرام البدرة۔

قرآن کا وہ حافظ جو اس پر عمل بھی کرتا ہے، آخرت میں اللہ تعالیٰ کے باعظمت اور نیکوکار فرشتوں کے ہمراہ ہوگا۔